ٹھنڈی ہوا میں چھتری کی بڑھتی ہوئی مانگ نے کھجوری کے باغ، چائے کے باغات اور سیاحتی رہائش گاہوں کو کیسے بدل دیا

ہفتہ وار ایڈیشن کے لیے نگہت صدیقی

کوہ نما کے بالائی درجے میں واقع کھجوری کے باغ برسوں تک صرف پھل دیتے تھے اور کسان موسم کی مار سے بچنے کے لیے عارضی چھپر استعمال کرتے تھے۔ اب وہی باغ ریشمی چھتری کے نیچے سیاحوں کو چائے پیش کر رہے ہیں۔ پچھلے دو برس میں اس علاقے میں چھتری کی مانگ میں تقریباً 60 فیصد اضافہ ہوا ہے اور مقامی کاریگر ہفتے میں اوسطاً 120 چھتریاں بنا رہے ہیں۔ یہ تبدیلی صرف موسم سے بچاؤ کی نہیں، بلکہ دیہی معیشت کے ایک پورے ڈھانچے کی کہانی ہے جو کھجور، چائے اور سیاحت کے درمیان جگہ بنا رہا ہے۔

کھجوری کے باغ میں چھتری کا خیال پہلے ایک ماہر زراعت نے پیش کیا تھا جو تیز دھوپ اور اچانک برف سے پھل کے گچھوں کو بچانے کے طریقے ڈھونڈ رہا تھا۔ ابتدا میں کسانوں نے سستے پلاسٹک کے ٹکڑے استعمال کیے جو ہوا میں اڑ جاتے تھے۔ پھر مقامی بڑھئی اور درزی ساتھ آئے اور لکڑی کے ڈھانچے پر موم لگا کپڑا چڑھایا گیا۔ آج ایک عام چھتری کا قطر ساڑھے چار میٹر ہوتا ہے اور اس کے نیچے چار سے چھ میز آ سکتے ہیں۔ ایک باغ میں اب 18 چھتریاں لگی ہیں جو مل کر ایک چھوٹا ریستوران بن گئی ہیں۔

چائے کے باغات میں صورتحال کچھ مختلف ہے۔ وہاں چھتری براہِ راست پتوں پر سایہ کرتی ہے تاکہ کونپل دیر تک نرم رہے اور کڑواہٹ کم ہو۔ ایک باغ کے منتظم کے مطابق پرانی چھتریوں کی وجہ سے پتوں کی چنائی میں فی مزدور روزانہ تقریباً دو کلو کا اضافہ ہوا ہے۔ یہ اضافہ اتنا معمولی لگتا ہے مگر جب سو مزدور ہر روز کام کریں تو رقم ہزاروں میں بدل جاتی ہے۔ اس لیے کئی باغات اب چھتری کو موسمی نہیں بلکہ مستقل سرمایہ کاری سمجھ کر لگا رہے ہیں۔

سیاحت کا پہلو سب سے تیز رفتار ہے۔ کھجوری کے باغ میں رہائش کے لیے چھوٹے کمرے اور خیمے بنائے گئے ہیں جن کے اوپر چھتری کا ڈیزائن ہی رہنما خطوط کا کام دیتا ہے۔ مہمان صبح کھجور چنتے ہیں، دوپہر چھتری کے نیچے چائے پیتے ہیں اور شام کو وہی چھتری روشنی کے ہالے میں بدل جاتی ہے۔ ایک رہائش گاہ کے مالک کے مطابق گزشتہ موسم میں 70 فیصد مہمان صرف چھتری والے کمرے کی وجہ سے آئے۔ یہ اعداد چھوٹے ہیں مگر دیہی معیشت میں یہی اعداد فیصلہ کرتے ہیں کہ کون سا باغ بچے گا اور کون سا بند ہو جائے گا۔

تاہم چھتری کا کاروبار آسان نہیں۔ موسم کے بعد چھتری کو خشک کرنا، اس پر موم دوبارہ لگانا اور پھٹے ہوئے حصے سینا پڑتا ہے۔ ایک کاریگر کے مطابق اچھی چھتری کا کپڑا کم از کم دو برس چلتا ہے اگر اسے دھوپ سے بچایا جائے۔ مقامی تنظیم برائے دیہی ہنر نے حال ہی میں تربیتی ورکشاپ کا اعلان کیا ہے جس میں نوجوانوں کو بانس کے فریم اور قدرتی موم کے استعمال کی تربیت دی جائے گی۔ توقع ہے کہ اگلے موسم تک تقریباً 40 نئے کاریگر تیار ہو جائیں گے۔

ماحولیاتی پہلو بھی اہم ہے۔ پلاسٹک کی چھتری ایک موسم کے بعد پھٹ کر کچرا بن جاتی تھی، جبکہ موم لگا کپڑا دیر تک کام دیتا ہے اور بعد میں کھاد کے ساتھ زمین میں مل جاتا ہے۔ ایک باغ نے حساب لگایا کہ پلاسٹک سے ہٹ کر چھتری اپنانے سے سال میں تقریباً 300 کلو پلاسٹک کم استعمال ہوا۔ یہ مقدار بظاہر معمولی ہے مگر پہاڑی علاقے میں جہاں کچرا اٹھانے کا نظام کمزور ہو، وہاں یہ فرق نمایاں محسوس ہوتا ہے۔

آگے کا راستہ آسان نہیں۔ چھتری مہنگی ہے اور ایک اچھی چھتری کی قیمت مقامی کاریگر کے مطابق 9 ہزار روپے تک جا سکتی ہے۔ چھوٹے باغ اتنی سرمایہ کاری افورڈ نہیں کر سکتے۔ اس لیے تجویز ہے کہ کوآپریٹو بنیاد پر چھتریاں کرائے پر دی جائیں اور موسم کے بعد واپس لی جائیں۔ اگر یہ ماڈل چل گیا تو اگلے دو برس میں پورا علاقہ اپنی پہچان بدل سکتا ہے۔ کھجور سے چائے تک، اور چائے سے سیاحت تک، سب کچھ اسی ایک چھتری کے نیچے ہو رہا ہے۔

ٹھنڈی ہوا میں چھتری کیوں بک رہی ہے؟ کھجور، چائے اور سیاحت کے درمیان ایک نیا روزگار

(ہفتہ وار ایڈیشن کے لیے نگہت صدیقی)

ٹاٹینگ جھیل کے کنارے واقع ایک چھوٹے سے قصبے میں صبح کی دھند روایتی طور پر کشتی بانوں کے لیے رکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن پچھلے دو برس میں یہی دھند ایک نئی روزی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ قصبے کے ۴۲ کشتی بان اب سیاحوں کو صبح سویرے جھیل کی سیر کراتے ہیں تاکہ دھند میں لپٹے سرکنڈے اور تیرتے پرندے دیکھے جا سکیں۔ مقامی ٹورزم آفس کے مطابق اس موسم میں بکنگ میں ۳۱ فیصد اضافہ ہوا ہے اور زیادہ تر سیاح پہلی بار یہاں آئے ہیں۔

کشتی بان نذیر احمد ہر روز صبح ۵ بجے جھیل پر نکلتے ہیں۔ ان کے مطابق دھند میں کشتی چلانا زیادہ محفوظ اس لیے ہے کہ ہوا رک جاتی ہے اور پانی شیشے جیسا ہو جاتا ہے۔ ایک چکر ۲ گھنٹے کا ہوتا ہے اور کرایہ فی سیاح ۴۰۰ روپے رکھا گیا ہے۔ ان کی کشتی میں ۶ نشستیں ہیں اور ہفتے میں اوسطاً ۱۸ چکر لگتے ہیں۔ ان کے بقول پہلے دن صرف ۲ سیاح آئے تھے، اب ویک اینڈ پر جگہ نہیں ملتی۔

مقامی ٹورزم آفس کی رپورٹ کے مطابق اس موسم میں قصبے میں ۶۰ کمرے بک ہوئے جو پچھلے سال کے اسی مہینے سے دگنا ہے۔ ریستوران اور چائے کے ڈھابے بھی صبح سویرے کھلنے لگے ہیں تاکہ واپس آنے والے سیاح ناشتہ کر سکیں۔ ایک ریستوران کے مالک کے مطابق صبح کی بکری شام کی بکری سے کم منافع دیتی ہے مگر یہ منافع روزانہ ملتا ہے اور نقد میں ملتا ہے، جو چھوٹے کاروبار کے لیے بڑی بات ہے۔

تاہم دھند پر انحصار خطرناک بھی ہے۔ پچھلے سال دو کشتیاں آپس میں ٹکرا گئیں اور ایک سیاح کو معمولی چوٹ آئی۔ اس کے بعد ضلع انتظامیہ نے رات کی روانگی پر پابندی لگا دی اور صرف دن کے چکر کی اجازت دی۔ کشتی بان اب موبائل فون پر موسم دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور ایک گروپ میں ایک دوسرے کو اطلاع دیتے ہیں۔ یہ نظام سادہ ہے مگر اب تک کارگر ہے۔

آگے کا راستہ سرمایہ کاری سے جڑا ہوا ہے۔ ٹورزم آفس نے تجویز دی ہے کہ کشتی بان مل کر ایک کوآپریٹو بنائیں تاکہ بکنگ اور بیمہ اکٹھے ہو سکیں۔ ایک کشتی کی مرمت اور لائف جیکٹ کا خرچ تقریباً ۱۲ ہزار روپے ہے جو کئی خاندانوں کے لیے بڑی رقم ہے۔ اگر یہ ماڈل چل گیا تو اگلے موسم تک ۵ کشتیاں اور شامل ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ اگلے ماہ ہونے والی میٹنگ میں ہوگا۔

دھند میں لپٹی جھیل: ٹاٹینگ کے کشتی بان کیسے سیاح بٹور رہے ہیں

(ہفتہ وار ایڈیشن کے لیے نگہت صدیقی)

ٹاٹینگ جھیل کے کنارے واقع ایک چھوٹے سے قصبے میں صبح کی دھند روایتی طور پر کشتی بانوں کے لیے رکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن پچھلے دو برس میں یہی دھند ایک نئی روزی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ قصبے کے ۴۲ کشتی بان اب سیاحوں کو صبح سویرے جھیل کی سیر کراتے ہیں تاکہ دھند میں لپٹے سرکنڈے اور تیرتے پرندے دیکھے جا سکیں۔ مقامی ٹورزم آفس کے مطابق اس موسم میں بکنگ میں ۳۱ فیصد اضافہ ہوا ہے اور زیادہ تر سیاح پہلی بار یہاں آئے ہیں۔

کشتی بان نذیر احمد ہر روز صبح ۵ بجے جھیل پر نکلتے ہیں۔ ان کے مطابق دھند میں کشتی چلانا زیادہ محفوظ اس لیے ہے کہ ہوا رک جاتی ہے اور پانی شیشے جیسا ہو جاتا ہے۔ ایک چکر ۲ گھنٹے کا ہوتا ہے اور کرایہ فی سیاح ۴۰۰ روپے رکھا گیا ہے۔ ان کی کشتی میں ۶ نشستیں ہیں اور ہفتے میں اوسطاً ۱۸ چکر لگتے ہیں۔ ان کے بقول پہلے دن صرف ۲ سیاح آئے تھے، اب ویک اینڈ پر جگہ نہیں ملتی۔

مقامی ٹورزم آفس کی رپورٹ کے مطابق اس موسم میں قصبے میں ۶۰ کمرے بک ہوئے جو پچھلے سال کے اسی مہینے سے دگنا ہے۔ ریستوران اور چائے کے ڈھابے بھی صبح سویرے کھلنے لگے ہیں تاکہ واپس آنے والے سیاح ناشتہ کر سکیں۔ ایک ریستوران کے مالک کے مطابق صبح کی بکری شام کی بکری سے کم منافع دیتی ہے مگر یہ منافع روزانہ ملتا ہے اور نقد میں ملتا ہے، جو چھوٹے کاروبار کے لیے بڑی بات ہے۔

تاہم دھند پر انحصار خطرناک بھی ہے۔ پچھلے سال دو کشتیاں آپس میں ٹکرا گئیں اور ایک سیاح کو معمولی چوٹ آئی۔ اس کے بعد ضلع انتظامیہ نے رات کی روانگی پر پابندی لگا دی اور صرف دن کے چکر کی اجازت دی۔ کشتی بان اب موبائل فون پر موسم دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور ایک گروپ میں ایک دوسرے کو اطلاع دیتے ہیں۔ یہ نظام سادہ ہے مگر اب تک کارگر ہے۔

آگے کا راستہ سرمایہ کاری سے جڑا ہوا ہے۔ ٹورزم آفس نے تجویز دی ہے کہ کشتی بان مل کر ایک کوآپریٹو بنائیں تاکہ بکنگ اور بیمہ اکٹھے ہو سکیں۔ ایک کشتی کی مرمت اور لائف جیکٹ کا خرچ تقریباً ۱۲ ہزار روپے ہے جو کئی خاندانوں کے لیے بڑی رقم ہے۔ اگر یہ ماڈل چل گیا تو اگلے موسم تک ۵ کشتیاں اور شامل ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ اگلے ماہ ہونے والی میٹنگ میں ہوگا۔

ٹھنڈی ہوا میں چھتری کیوں بک رہی ہے؟ کھجور، چائے اور سیاحت کے درمیان ایک نیا روزگار

(ہفتہ وار ایڈیشن کے لیے نگہت صدیقی)

ٹاٹینگ جھیل کے کنارے واقع ایک چھوٹے سے قصبے میں صبح کی دھند روایتی طور پر کشتی بانوں کے لیے رکاوٹ سمجھی جاتی تھی۔ لیکن پچھلے دو برس میں یہی دھند ایک نئی روزی کا ذریعہ بن گئی ہے۔ قصبے کے ۴۲ کشتی بان اب سیاحوں کو صبح سویرے جھیل کی سیر کراتے ہیں تاکہ دھند میں لپٹے سرکنڈے اور تیرتے پرندے دیکھے جا سکیں۔ مقامی ٹورزم آفس کے مطابق اس موسم میں بکنگ میں ۳۱ فیصد اضافہ ہوا ہے اور زیادہ تر سیاح پہلی بار یہاں آئے ہیں۔

کشتی بان نذیر احمد ہر روز صبح ۵ بجے جھیل پر نکلتے ہیں۔ ان کے مطابق دھند میں کشتی چلانا زیادہ محفوظ اس لیے ہے کہ ہوا رک جاتی ہے اور پانی شیشے جیسا ہو جاتا ہے۔ ایک چکر ۲ گھنٹے کا ہوتا ہے اور کرایہ فی سیاح ۴۰۰ روپے رکھا گیا ہے۔ ان کی کشتی میں ۶ نشستیں ہیں اور ہفتے میں اوسطاً ۱۸ چکر لگتے ہیں۔ ان کے بقول پہلے دن صرف ۲ سیاح آئے تھے، اب ویک اینڈ پر جگہ نہیں ملتی۔

مقامی ٹورزم آفس کی رپورٹ کے مطابق اس موسم میں قصبے میں ۶۰ کمرے بک ہوئے جو پچھلے سال کے اسی مہینے سے دگنا ہے۔ ریستوران اور چائے کے ڈھابے بھی صبح سویرے کھلنے لگے ہیں تاکہ واپس آنے والے سیاح ناشتہ کر سکیں۔ ایک ریستوران کے مالک کے مطابق صبح کی بکری شام کی بکری سے کم منافع دیتی ہے مگر یہ منافع روزانہ ملتا ہے اور نقد میں ملتا ہے، جو چھوٹے کاروبار کے لیے بڑی بات ہے۔

تاہم دھند پر انحصار خطرناک بھی ہے۔ پچھلے سال دو کشتیاں آپس میں ٹکرا گئیں اور ایک سیاح کو معمولی چوٹ آئی۔ اس کے بعد ضلع انتظامیہ نے رات کی روانگی پر پابندی لگا دی اور صرف دن کے چکر کی اجازت دی۔ کشتی بان اب موبائل فون پر موسم دیکھ کر فیصلہ کرتے ہیں اور ایک گروپ میں ایک دوسرے کو اطلاع دیتے ہیں۔ یہ نظام سادہ ہے مگر اب تک کارگر ہے۔

آگے کا راستہ سرمایہ کاری سے جڑا ہوا ہے۔ ٹورزم آفس نے تجویز دی ہے کہ کشتی بان مل کر ایک کوآپریٹو بنائیں تاکہ بکنگ اور بیمہ اکٹھے ہو سکیں۔ ایک کشتی کی مرمت اور لائف جیکٹ کا خرچ تقریباً ۱۲ ہزار روپے ہے جو کئی خاندانوں کے لیے بڑی رقم ہے۔ اگر یہ ماڈل چل گیا تو اگلے موسم تک ۵ کشتیاں اور شامل ہو سکتی ہیں۔ فیصلہ اگلے ماہ ہونے والی میٹنگ میں ہوگا۔

دھند میں لپٹی جھیل: ٹاٹینگ کے کشتی بان کیسے سیاح بٹور رہے ہیں